تراجم قرآن کی عالمی ببلوگرافی

World Bibliography of Translations of the Meanings of the Holy Quran

ترتیب: اکمل الدین احسان اوغلو

(Ed.) Ekmeleddin Ihsanoglu, Istanbul, 1986, pp. 880

قرآن کریم بنیادی طور پر سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے اور تعلیمات قرآنی کی ہی اتباع میں دونوں جہاں کی فوز وفلاح کا راز مضمر ہے۔ اس کتاب ہدایت سے رہنمائی کے حصول کا سلسلہ اس کے نزول کے زمانہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ قرآن کا نزول عربی میں ہوا جو مہبط وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اولین مخاطب عرب کی زبان تھی لیکن وہ کسی مخصوص قوم یا خاص علاقے کے لوگوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بن کر نہیں آیا تھا بلکہ ایک آفاقی دعوت اور عالمگیر پیغام کے ساتھ نازل ہوا تھا۔ اس لیے یہ فطری امر تھا کہ اس کی دعوت کو پھیلانے اور اس کے پیغام کو عام کرنے کے لیے تمام ممکن ذرائع اختیار کیے جائیں اور مختلف قوموں وعلاقوں میں اس کے سمجھنے سمجھانے کی سہولتیں فراہم کی جائیں اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کے معانی کی تشریح وتوضیح اور اس کا ترجمہ غیر عرب قوموں میں قرآنی دعوت کے تعارف اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لیے ایک اہم وموثر ذریعہ ثابت ہوسکتا تھا اور اس میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ ذریعہ ابتدا اسلام ہی سے اختیار کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبرانہ مشن کی تکمیل میں جزیرہ نمائے عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی تبلیغ اسلام کا اہتمام فرمایا اور قرآنی پیغام کو عام کرنے کے لیے مختلف وسائل اختیار کیے۔ اگرچہ عہد نبوی میں تحریری صورت میں کسی دوسری زبان میں قرآن کریم کے جزوی یا مکمل ترجمہ کا ثبوت نہیں ملتا لیکن یہ اپنی جگہ پر طے شدہ ہے کہ دوسری زبانوں کے ذریعہ پیغام الٰہی کی ترجمانی اور قرآنی دعوت کی ترویج کی نہ صرف ضرورت محسوس کی گئی بلکہ اسے بروئے کار بھی لایا گیا چنانچہ آپؐ نے عرب سے باہر مختلف مملکتوں کے سربراہوں کے نام دعوتی و تبلیغی خطوط بھیجتے وقت خاص طور سے ایسے قاصد منتخب کیے جو اس علاقہ کی زبان سے واقف ہوتے تھے جہاں وہ روانہ کیے جانے والے تھے (ابن سعد، الطبقات الکبری، بیروت ۱۹۶۰ء، ۱/ ۲۵۸ ببلوگرافی کے مقدمہ میں اس مضمون کے تحت طبقات ابن سعد ہی کا ذکر کیا گیا ہے (ص۲۱)

لیکن اس پر جو فٹ نوٹ لگایا گیا ہے اس میں صحیح البخاری کتاب المغازی کا حوالہ ہے ص۱۵ نمبر ۲۱)
متعدد احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض کو غیر عربی زبان سیکھنے کی ترغیب دی اور یہ تو پوری طرح ثابت ہے کہ حضرت زید بن حارث رض نے آپ ص ہی کی ہدایت کے مطابق عبرانی یا سریانی زبان سیکھی تھی (ابن سعد، ۲/ ۳۵۸ بیلوگرافی کے مقدمہ میں اس کا حوالہ غلطی سے ۱/ ۲۵۸ دیا ہوا ہے ص۲۱) ظاہر ہے کہ اس سے بھی مقصود یہی تھا کہ دوسری قوموں سے معاملہ کرنے میں اور غیر عربی داں حضرات کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے میں آسانی ہو یہاں یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک روایت (شمس الدین السرخسی، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۳۲۴ھ، ۱/ ۳۷) کے مطابق حضرت سلمان فارسی رض نے اہلِ فارس کے لیے سورہ فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا لیکن ایسا نماز میں قرات کی دشواری کے پیشِ نظر کیا گیا تھا تاکہ وہ عربی زبان سے مانوس ہو جائیں۔ البتہ یہ روایت کسی اور ماخذ میں نہیں ملتی۔ عربی زبان بلاشبہ ایک مقدس زبان ہے اور اس کا سیکھنا و جاننا باعثِ خیر و برکت ہے اور کم از کم ہر مسلمان کے لیے اس حد تک اس کا سیکھنا ضروری ہے کہ نماز میں قرات اور تلاوت میں کوئی دشواری نہ ہو لیکن ہر شخص کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ قرآن کے معانی سمجھنے کی حد تک عربی زبان کا شعور حاصل کرے۔ اس لیے غیر عرب قوموں میں قرآنی دعوت کی اشاعت کے علاوہ خود غیر عربی داں مسلم حضرات کے لیے قرآن کریم سے براہِ راست طلبِ رہنمائی کی تکمیل ترجمہ و تفسیر کے علاوہ کسی اور وسیلہ سے ممکن نہیں اس آیت "وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ" (ابراہیم: ۴) (اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان پر اچھی طرح واضح کر دے) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے زمخشری نے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص علاقہ یا قوم کے لیے نہیں بلکہ سارے انسانوں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے لیکن نہ تو اس کی ضرورت محسوس کی گئی اور نہ مناسب تھا کہ قرآن دنیا کے تمام لوگوں کی تعداد زبانوں میں نازل کیا جائے اس لیے کہ قرآن کا پیغام ترجمہ کے ذریعہ تمام زبانوں میں منتقل کیا جا سکتا تھا اور اسی کی وساطت سے مختلف زبانوں کے جاننے والوں تک پہنچایا جا سکتا تھا (الکشاف، قاہرہ، ۱۹۵۳ء، ۲/ ۱۴۹) زیر تبصرہ بیلوگرافی کے مقدمہ میں بھی اس نکتہ پر خاص زور دیا گیا (ص۲۵)

ترجمۂ قرآن کی اسی ضرورت وافادیت کے پیشِ نظر دوسری زبانوں میں قرآن کی ترجمانی وتفسیر کا سلسلہ شروع ہوا جو ہنوز جاری ہے۔ ترجمۂ قرآن کے میدان میں مختلف زبانوں میں جو خدمات انجام دی گئی ہیں ان کا ایک تعارفی جائزہ افادیت واہمیت سے خالی نہ ہوگا۔ اس سے قرآنی علوم کی اس اہم شاخ کی نشو ونما اور ترقی کا اندازہ ہوتا ہے اور دنیا کی مقدس ترین کتاب میں اہلِ علم اور ماہرین لغت کی غیر معمولی دلچسپی کا ثبوت ملتا ہے۔ اب تک اس موضوع سے متعلق معلومات جزوی ومتفرق طور پر کتابوں ومضامین کے ذریعہ فراہم ہوتی رہی ہیں۔ اس موضوع پر یا تو کسی خاص زبان کے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی یا اس میدان میں کسی مخصوص عہد یا ملک کی خدمات کا جائزہ لیا گیا۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، فرنچ اور دوسری زبانوں میں تراجم قرآن سے متعلق متفرق مضامین کے علاوہ اس موضوع پر تین کتابیں: محمد سالم قاسمی، جائزہ تراجم قرآنی (مجلس معارف القرآن، دیوبند ۱۹۶۸ء)، ڈاکٹر صالحہ حکیم الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم (بمبئی، ۱۹۸۴ء) اور ڈاکٹر علی شواخ اسحاق معجم مصنفات القرآن الکریم (دار الرفاعی، الریاض، ۱۹۸۳-۸۴ء) ملتی ہیں۔ زیر تبصرہ انگریزی کتاب WORLD BIBLIOGRAPHY OF TRANSLATIONS OF THE MEANING OF THE HOLY QURAN اس نوع کی تالیفات میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ یہ ببلوگرافی استنبول (ترکی) کے مشہور علمی وتحقیقی ادارہ مرکز البحوث الاسلامیہ فی التاریخ والثقافۃ والفنون کے زیر اہتمام ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ اس مرکز کو تنظیم اسلامی کانفرنس کی سرپرستی حاصل ہے۔ تراجم قرآن کی یہ جامع ببلوگرافی مرکز کے ڈائرکٹر جنرل پروفیسر اکمل الدین احسان اوغلو کی نگرانی میں مرتب کی گئی۔ یہ ببلوگرافی اس اعتبار سے انفرادیت واہمیت کی حامل ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں بولی جانے والی ۶۵ زبانوں میں تقریباً پانچ سو سال (۱۵۱۵ – ۱۹۸۰ء) کے عرصہ میں جو تراجم قرآن شائع ہوئے ہیں اس میں ان کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس ببلوگرافی کی تیاری میں شدت اہتمام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کے لیے مواد کی فراہمی میں مختلف النوع ذرائع بروئے کار لائے گئے ہیں۔ ان میں دنیا کی مشہور لائبریریوں کے کیٹلاگ، ببلوگرافیکل تالیفات، اشاریوں کے مجموعے اور سیکڑوں مضامین وکتابیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اداروں ولائبریریوں سے وابستہ کچھ منتخب حضرات سے بھی متعلقہ

معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ اس ببلوگرافی کے اندراجات ۱۵۵۱ مکمل اور ۸۰۳ نامکمل ومنتخب تراجم قرآن پر مشتمل ہیں۔ اگرکسی ترجمہ کے ایک سے زائد اڈیشن نکل چکے ہیں تو ان کے ذکر کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس ببلوگرافی میں خالص تراجم قرآن کے علاوہ ان تراجم کو بھی شامل کیا گیا ہے جو مختلف زبانوں میں لکھی جانے والی تفسیروں کا حصہ ہیں مزید برآں تراجم کے تحت ایسی کتابوں کو بھی درج کیا گیا ہے جن میں قرآنی آیات کو موضوعاتی اعتبار سے مرتب کرکے ان کی تشریح وتوضیح پیش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اردو تراجم کے تحت ملاحظہ ہو مضامین القرآن (اندراج نمبر ۲۰۸۸، ۲۱۹۰)، بتویب القرآن (نمبر ۲۱۸۴)، کتاب الہدیٰ (نمبر ۲۱۹۴) اسحر کرُ ایمان ومادیت۔ سورہ کہف کا مطالعہ (نمبر ۲۲۰۴)، مطالب القرآن (نمبر ۲۲۴۵)۔ تراجم کے ضمن میں اس نوع کی کتابوں کی شمولیت کچھ بہت زیادہ موزوں نہیں معلوم ہوتی خاص طور سے اس صورت میں جبکہ اس قسم کی کوئی کتاب مکمل تراجم کے تحت درج کی جائے (نمبر ۲۱۸۴) تراجم و تفاسیر کے ساتھ قرآنی مطالب ومضامین پر مشتمل ان کتابوں کو ملاکر ببلوگرافی کے جملہ اندراجات کی تعداد ۲۶۷۲ تک پہنچ گئی ہے لیکن ایک عام قاری کے لیے ان میں سے اصل تراجم کا تعین مشکل ہوگیا ہے

زیرِ نظر ببلوگرافی میں مختلف زبانوں کے تراجم انگریزی حروف تہجی کے اعتبار سے درج کیے گئے ہیں اور ہر زبان کے تحت جو تراجم مذکور ہیں ان میں حروف تہجی کے لحاظ سے مصنف کے نام کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ جہاں مترجم کے نام معلوم نہیں ہو پائے ہیں وہاں متعلقہ زبان کے مندرجات کے آخر میں انہیں ترجموں کے عنوان کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ ہر زبان کے تراجم کو دو حصوں (مکمل اور نامکمل ومنتخب) میں تقسیم کرکے ان کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ ذکر اہمیت سے خالی نہیں کہ ہر زبان کے تراجم کے ذیل میں نہ صرف نفس ترجمہ کی بابت ضروری اطلاعات درج ہیں بلکہ اس سے متعلق اور بھی بہت سی قیمتی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر ہر زبان کے تراجم کے ذکر سے پہلے اس زبان کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے جس سے اس کی اصلیت وخصوصیت واضح ہوتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ دنیا کے کس حصہ میں بولی جاتی ہے اور کس حد تک اس کو مقبولیت حاصل ہے۔ ہر ترجمہ کے تحت ضروری معلومات اس ترتیب سے ملتی ہیں: مترجم کا نام، ترجمہ کا عنوان، اڈیشن، ناشر کا نام، مقام اشاعت،

سنہ اشاعت، صفحات نمبر، متعدد اندراجات میں اس ترتیب کی خلاف ورزی بھی نظر آتی ہے۔ کہیں مقام اشاعت سنہ اشاعت کے بعد دیا گیا ہے تو بعض جگہ ناشر کا نام سنہ اشاعت کے بعد ملتا ہے (نمبر ۳۹۹، ۴۰۰/ ۱۱۴۱/ ۱۲۳۰، ۱۳۲۳، ۱۷۵۵/۱۷۵۶)۔ اگر کسی ترجمہ یا ایڈیشن سے متعلق کوئی خاص بات یا ضروری نکتہ ہے تو اسے اس ترجمہ کے ضمن میں تشریحی نوٹ کی صورت میں دیا گیا ہے۔

ان باتوں کے علاوہ ہر ترجمہ کے تحت آخر میں ماخذ کا حوالہ ہے جہاں سے اس ترجمہ کے بارے میں معلومات فراہم ہوئی ہیں اور ساتھ ہی اس لائبریری یا ذخیرہ کتب کا بھی ذکر ہے جہاں وہ ترجمہ یا تفسیر دستیاب ہے۔ ماخذ و حوالہ جات کے اس اہتمام کی وجہ سے ببلوگرافی کا پایۂ اسناد کافی بلند ہو گیا ہے۔

یہ ببلوگرافی متعدد جداول اور مختلف النوع اشاریوں سے بھی مزین ہے۔ ان کی وجہ سے اس سے نہ صرف استفادہ آسان ہو گیا ہے بلکہ تراجم قرآن سے متعلق بہت سی ضروری معلومات بیک نظر حاصل ہو جاتی ہیں۔ پہلی جدول ہر زبان کے اولین طبع شدہ ترجمۂ قرآن سے متعلق ہے جس میں سنہ طباعت، مقام طباعت، زبان کا نام، مترجم کا نام اور ترجمہ کا عنوان دکھایا گیا ہے۔ دوسری جدول ہر زبان کے اولین نامکمل و منتخب ترجمہ سے تعلق رکھتی ہے۔ تیسری جدول کے ذریعہ ہر زبان کے مکمل و نامکمل تراجم کی تعداد ظاہر کی گئی ہے۔ جہاں تک اشاریوں کا تعلق ہے وہ تین انواع میں منقسم ہیں۔ پہلا اشاریہ مترجمین، مرتبین اور مفسرین کے اسماء کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ دوسرا تراجم و تفاسیر کے عنوان کو ظاہر کرتا ہے اور تیسرے میں ترتیب زمانی کے اعتبار سے مختلف سنین کے تراجم کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ ان جدولوں و اشاریوں کی روشنی میں ترجمۂ قرآن کی تاریخ کے بارے میں بعض دلچسپ و اہم نتائج بآسانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر زیور طبع سے آراستہ ہونے والا سب سے پہلا (نامکمل) ترجمہ قرآن انگریزی زبان میں ہے جس کا سنہ اشاعت ۱۵۱۵ء ہے اور مکمل صورت میں قرآن کا اولین ترجمہ لاطینی زبان میں ۱۵۴۳ء میں شائع ہوا طبع شدہ تراجم کی تعداد کے اعتبار سے اردو زبان کو دیگر زبانوں پر فوقیت حاصل ہے اس کے مکمل تراجم کی مجموعی تعداد تین سو ہے۔ اس ضمن میں دوسرا و تیسرا مقام انگریزی و فرنچ زبانوں کو حاصل ہے جن کے تراجم کی تعداد بالترتیب ۲۹۵ اور ۱۱۶ تک پہنچ گئی ہے۔ تراجم قرآن کی اشاعت میں مختلف عہد کی خدمات کے لحاظ سے اول، دوم و سوم مقام بالترتیب سنہ ۱۹۸۰ء (۱۳ تراجم)، سنہ ۱۹۷۳ء (۲۷ تراجم)

اور ۱۹۷۱ء (۲۶ تراجم) کو حاصل ہے۔ مزید براں آخری اشاریہ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ علمی و ثقافتی سرگرمی اور ذرائع نشر و اشاعت کی توسیع و ترقی اور تراجم قرآن کی تعداد اشاعت میں اضافہ میں کوئی خاص نسبت نہیں قائم کی جا سکتی۔ مثلاً ۱۸۹۰ء میں ۱۰ تراجم کی اشاعت ہوئی اور اس سے ستر سال بعد ۱۹۶۰ء میں صرف ۹ ترجموں کی اشاعت ہو پائی۔ اسی طرح ۱۹۷۵ء میں دنیا کی مختلف زبانوں میں صرف ۱۳ تراجم قرآن شائع ہوئے جبکہ اس سے ۱۸ سال قبل ۱۹۵۷ء میں ۱۲ تراجم اشاعت پذیر ہو چکے تھے۔

اس ببلوگرافی کے مذکورہ بالا اہم و کارآمد پہلوؤں کے علاوہ اس کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کی ابتدا میں ترجمہ قرآن کی تاریخ پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اس بحث سے ترجمہ قرآن کی ضرورت و اہمیت، اس کی ابتدا و ترقی اور اس میدان میں مختلف عہد کی خدمات پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ مزید براں ترجمہ قرآن کی بابت علماء و فقہاء کے مختلف نقطہ ہائے نظر کا تنقیدی کا مطالعہ بھی اس میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ابتدائیہ جو انگریزی و عربی دونوں زبانوں میں ہے اور ۳۵ صفحات میں پھیلا ہوا ہے بجا طور پر مرتب کے علمی و تحقیقی ذوق کا شاہد ہے اور ترجمہ قرآن کی تاریخ پر مفید معلومات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

مرتب ببلوگرافی نے مقدمہ میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے نقطۂ نظر سے ترجمۂ قرآن کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ وضاحت کی ہے کہ دوسری زبانوں میں معانیِ قرآن کی تشریح و توضیح کا سلسلہ دوسری صدی ہجری میں شروع ہو چکا تھا جیسا کہ پہلی صدی کے نصف آخر میں ایک سریانی ترجمہ اور ۱۲۷ھ میں بربر زبان میں قرآن کے ترجمہ کا حوالہ ملتا ہے (مقدمہ ببلوگرافی، ص ۲۵) اور بعض مآخذ سے یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ ایک ایرانی عالم موسیٰ بن سیار تیسری صدی ہجری کے اوائل میں اپنے حلقۂ درس میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور عربی و فارسی دونوں زبانوں میں ایک ایک آیت کی وضاحت کرتے تھے (مقدمہ ص ۱۲، ۲۸) قرآن کے اولین تراجم میں ایک ہندوستانی ترجمہ (اصل عبارت میں لفظ ہندیہ ہے لیکن عام طور پر اسے ہندی تراجم کے زمرہ میں شامل کیا جاتا ہے) کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جیسے کشمیر کے راجہ مہروک کی فرمائش پر منصورہ (سندھ) کے حاکم امیر عبداللہ بن عمر نے ۲۷۰ھ میں اپنی ریاست کے ایک عالم کے ذریعہ کرایا تھا یہ ترجمہ سورۂ یٰسین تک ہی مکمل ہو پایا تھا (مقدمہ، ص ۱۳

مقدمہ ہی میں اسے ایک جگہ (ص ۲۸) مکمل ترجمہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے) بعض دوسرے جدید اسکالرس کے مثل پروفیسر احسان نے بھی اسے ہندی ترجمہ کا نام دیا ہے لیکن جس ماخذ (بزرگ بن شہریار، کتاب عجائب الہند، تہران ۱۹۶۶ء، ص ۲-۳) کی بنیاد پر یہ روایت نقل کی جاتی ہے اس کی متعلقہ عبارت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ تحریری صورت میں تیار نہیں کیا گیا تھا بلکہ امیر عبداللہ کی جانب سے مقرر کردہ عالم راجہ کے سامنے زبانی قرآن کی تفسیر بیان کرتے تھے جو سورۂ یٰسٓ تک ہی پوری ہو پائی تھی۔ بہرحال مرتب کی یہ تحقیق اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ کسی عجمی زبان میں قرآن کا سب سے پہلے باقاعدہ ترجمہ فارسی میں کیا گیا جو چوتھی صدی ہجری کی یادگار ہے۔ یہ ترجمہ مشہور سامانی حکمراں ابوصالح منصور بن نوح (۳۴۸-۳۶۴ھ) کے زیر ہدایت پایۂ تکمیل کو پہنچا (مقدمہ ص ۲۹) مذکورہ خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ یہ پہلا موقع ہے جب کسی عجمی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنے پر فقہی نقطۂ نظر سے غور کرنے کے لیے علماء کو دعوت دی گئی اور ان کی رائے معلوم کرنے کے بعد ہی اسے شروع کیا گیا (مقدمہ ترجمہ تفسیر طبری، مخطوطہ رضا لائبریری، رامپور) بحوالہ پروفیسر نذیر احمد، فارسی کی قدیم ترین تفسیر یعنی تفسیر طبری (ترجمہ) سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، ۲/۳، جولائی۔اکتوبر ۱۹۸۳ء، ص ۱-۱۱) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منصور بن نوح کے زمانہ میں پہلی بار کسی دوسری زبان میں قرآن کے ترجمہ کا اہتمام کیا جارہا تھا اسی لیے علماء سے استفسار کی ضرورت محسوس کی گئی۔ بہرحال یہ ترجمہ (اگرچہ کافی حد تک تفسیر طبری پر مبنی ہے) ترجمۂ قرآن کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بے موقع نہ ہوگا کہ مذکورہ ترجمہ کے بعد ایران میں قرآن کے متعدد فارسی ترجمے ہوئے جیسا کہ ببلوگرافی کے مرتب نے بھی اس کی صراحت کی ہے (مقدمہ، ص ۲۹) اور عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں بھی علماء نے اس سلسلہ کو جاری رکھا اور فارسی تراجم و تفاسیر میں معتد بہ اضافہ کیا (ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی فارسی تفسیریں۔ ایک تعارفی مطالعہ" ششماہی علوم القرآن ۱/۱، جولائی۔دسمبر ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۵-۱۳۵)۔ لیکن اب تک یہ خیال کسی نہ کسی حد تک رائج ہے کہ سب سے پہلا فارسی ترجمۂ قرآن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) کا تھا اور یہ کہ اس ترجمہ کے خلاف شدید رد عمل اور ایک زبردست ہنگامہ

برپا ہوا یہاں تک کہ مخالفینِ ترجمہ شاہ صاحبؒ کی جان کے درپے ہو گئے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس فارسی ترجمہ پر شدید احتجاج اور ہنگامہ آرائی کا سارا قصہ ایک زبانی روایت پر مبنی ہے جسے محمد رحیم بخش دہلوی نے "حیاتِ ولی" (مکتبہ سلفیہ، لاہور ۱۹۵۵ء) کے صفحہ ۱۸ا۴ پر حاشیہ میں بغیر کوئی نام ظاہر کیے ہوئے "ایک فاضل ہمعصر" کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اول تو یہ روایت اس ترجمہ سے قدیم تر فارسی تراجم و تفاسیر کی موجودگی میں بے وزن معلوم ہوتی ہے دوسرے اس روایت میں شاہ صاحبؒ کے ترجمہ پر ہنگامہ آرائی کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ خود اس روایت کو مضحکہ خیز ثابت کرنے کے لیے کافی ہے خود راوی کے الفاظ میں "اور (علماء) یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھادی گئی اور اب جہلاء کبھی قبضہ میں نہ آئیں گے اور ہر بات پر بحث کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے"۔ اور ان سب سے اہم یہ کہ شاہ صاحبؒ نے اپنے فارسی ترجمہ (فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن) کے لیے الگ سے جو مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں اپنے پیشرو مترجمین کے طرز ترجمہ اور اسلوب بیان پر تفصیل سے بحث کی ہے (مقدمہ کے متن و ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مقدمہ ترجمۃ القرآن، برہان، ۱۵/۴، اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۲۳۳-۲۴۰) یہ بحث خود اس امر پر قوی شہادت پیش کرتی ہے کہ شاہ صاحبؒ کے عہد سے پہلے قرآن کے فارسی ترجمہ کی روایت قائم ہو چکی تھی۔

ببلوگرافی کے مقدمہ نگار نے ترجمۂ قرآن کی بابت قدیم اختلافی بحثوں کی بنسبت اس مسئلہ پر بیسویں صدی کے (بالخصوص مصری و ترکی) علماء کے خیالات کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے لیکن ان کی بحث کا زیادہ حصہ اس مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے کہ کیا قرآن کا کسی دوسری زبان میں لفظ بہ لفظ ترجمہ اس طور پر ممکن ہے کہ متن کے ہر لفظ کا مفہوم ادا ہو جائے اور وہ نماز میں بعض استثنائی صورتوں میں قراءت کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ اس ضمن میں مقدمہ نگار نے مثبت و منفی دونوں نقطۂ نظر کو ان کے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آخر میں وہ علماء ازہر کی اس رائے سے متفق نظر آتے ہیں کہ قرآنی آیات کا بیانیہ و توضیحی ترجمہ ممکن ہے لیکن یہ خارج از امکان ہے کہ قرآن کا ترجمہ دوسری زبان میں اس طور پر کیا جائے کہ عربی متن کی خصوصیت اور اس کا اسلوب بھی اس زبان میں منتقل ہو جائے۔ مرتب کی یہ تفصیلی بحث ان کے اس نتیجۂ فکر پر

اختتام کو پہنچتی ہے کہ نماز کی ادائیگی، قانون سازی اور اجتہاد صرف اور صرف عربی متن کے ذریعہ ممکن ہے البتہ قرآن کے عالمگیر پیغام کو عام کرنے کے لیے اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کی خاطر مختلف زبانوں میں قرآن کا ترجمہ اور اس کے معانی کی وضاحت نہایت ضروری ہے (مقدمہ، ص۲۵)

اس میں شبہ نہیں کہ اس ببلوگرافی کی تیاری میں مرتب اور ان کے رفقاء کار نے بڑی جانفشانی و دیدہ ریزی سے کام لیا ہے اور معروف مآخذ سے اس کے لیے مواد کی فراہمی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھ چھوڑی ہے لیکن تقریباً پانچ سو سال کے طویل عرصہ میں دنیا کی متعدد زبانوں میں چھپے ہوئے قرآن کے مکمل و نامکمل تراجم کا استقصار کرنا اتنا بڑا اور پھیلا ہوا کام تھا کہ اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا رہ جانا اور فرو گذاشتوں کا پایا جانا کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔ یہ بہت مشکل تھا کہ اس پورے عہد کا کوئی ترجمہ ذکر ہونے سے نہ رہ جائے یا کسی ترجمہ کا کوئی اڈیشن چھوٹنے نہ پائے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہ تھا کہ اس مبسوط ببلوگرافی کے تمام اندراجات واقعاتی غلطیوں سے بالکل پاک ہوں۔ مرتب نے خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس عظیم منصوبہ کی تکمیل کے باوجود وہ اس کے خامیوں و فرو گذاشتوں سے مبرا ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے (مقدمہ، ص۱۲)۔ یہی وجہ ہے کہ اوپر بیان کی گئی کچھ غلطیوں کے علاوہ یہاں اس وضاحت میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا کہ اس ببلوگرافی میں بعض طبع شدہ تراجم ذکر ہونے سے رہ گئے ہیں جیسا کہ بعض تبصرہ نگاروں نے خاص طور سے انگریزی تراجم کے ضمن میں اس نوع کی کچھ فرو گذاشتوں کی نشاندہی کی ہے (**Muslim World book Review, Special Issue on the Quran, Vol. VII, No. 4, Summer, 1987, p. 82**) اور بعض اسکالرس نے پروفیسر ستیہ دیو ورما کے منظوم سنسکرت ترجمہ کے اس میں مذکور نہ ہونے کی صراحت کی ہے (مجلہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ، ۱۳/۱، ۱/۲، ص۲۰۱)۔ اسی طرح اردو تراجم میں حمید اللہ میرٹھی کا مطبوعہ ترجمۂ قرآن (مطبع فاروقی ۱۸۹۶ء) ذکر ہونے سے رہ گیا ہے (ڈاکٹر صالحہ حکیم الدین، محولہ بالا، ص۱۰)۔ اردو کے نامکمل تراجم میں علامہ حمید الدین فراہیؒ کا ترجمہ قرآن (سورہ القیامہ تا سورۃ الناس) (مطبوعہ دائرہ حمیدیہ اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء) بھی اس ببلوگرافی میں شامل نہیں کیا جا سکا۔ علامہ موصوف نے اس ترجمہ کے علاوہ مختلف سورتوں کی عربی میں تفسیر لکھی تھی جن کا اردو ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی نے کیا تھا

ان میں سے بعض کے تذکرہ میں تشریحی نوٹ کے تحت ان کے اصل مصنف کی بابت صراحت نہیں ہوپائی ہے (نمبر ۲۳۲۸، ۲۳۲۹) ۔اسی طرح اندراج نمبر ۲۳۲۶ کے تحت علامہ فراہی کی عربی تصنیف "امعان فی اقسام القرآن" کے اُردو ترجمہ کا نام "تفسیر اقسام القرآن" لکھا ہوا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ترجمہ صرف "اقسام القرآن" کے نام سے ہے ۔اس ببلوگرافی میں بنگالی زبان کا پہلا مطبوعہ ترجمہ قرآن (کلکتہ ۱۸۸۱-۸۶ء) گریش چندر سین سے منسوب کیا گیا ہے ۔جائزہ تراجم قرآنی کے مرتب کے خیال میں یہ وہی ترجمہ ہے جسے علماء کی ایک کمیٹی نے مرتب کیا تھا اور ممکن ہے گریش چندر نے بعد میں اس پر نظر ثانی کی ہو (ص ۱۴۵-۱۴۶) ۔اسی کتاب میں (ص۱۶۷) روسی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ (مطبوعہ پیٹرزبرگ ۱۷۱۶ء) کرنے والے کا نام Demetrius Kan-temir ذکر کیا گیا ہے جبکہ زیر تبصرہ ببلوگرافی میں اولین روسی ترجمہ (مطبوعہ ۱۷۱۶ء) Postni-kov, Piotr Vasil 'Yevich سے منسوب ہے (نمبر ۱۴۲۵) اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں اس ترجمہ کے ضمن میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ ترجمہ زار روس کی ملکہ کے حکم سے DU RYER کے فرنچ ترجمہ سے کیا گیا ۔مزید براں سندھی زبان کے اولین مترجم قرآن کی حیثیت سے ببلوگرافی کے مقدمہ میں (ص۳۲) عزیز اللہ المتعلوی کا نام درج ہے جبکہ مذکورہ کتاب (ص۱۳۶) اور بعض مضامین میں عزیز اللہ المقلوی لکھا ہوا ہے ("س" قرآن مجید کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ،برہان ،۴/۲ فروری ۱۹۳۰ء، ص۱۵۰)

ان خامیوں و فرو گذاشتوں سے قطع نظر تراجم قرآن کی اس ببلوگرافی کی جامعیت و اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے ۔اب تک قرآن کے تراجم و تفاسیر سے متعلق جو بھی ببلوگرافیکل تالیفات ظہور میں آئی ہیں ان میں سے کوئی بھی مواد کی فراوانی، معیار کی بلندی اور ترتیب و طباعت کی عمدگی میں اس ببلوگرافی کی ہمسری نہیں کر سکتی ۔قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والوں اور تراجم و تفاسیر پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک نادر تحفہ ہے جس کی قدر و قیمت اور افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ۔خدا کرے یہ قرآنی علوم میں مزید دلچسپی و انہماک کا باعث بنے ۔

(ظفر الاسلام)

[تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں]